نماز

میں

سرڈھانپنے کا مسئلہ

پیر محب اللہ شاہ راشدیؒ
(پیر آف جھنڈا شریف، سندھ)

عرض ناشر

پیر آف جھنڈا شریف ''سید محب اللہ شاہ راشدی''
سندھ کے معروف اہل حدیث عالم تھے، چند سال قبل
ان کا انتقال ہوا۔ ان کا یہ مضمون کئی سال پہلے لاہور
سے شائع ہونے والے اہل حدیث مسلک کے ترجمان
ہفت روزہ '' الاعتصام'' میں شائع ہوا پھر ''نقیب ختم
نبوت، ملتان'' نے اسے شائع کیا اور بعد میں جمعیت
غرباء اہل حدیث نے اسے پمفلٹ کی صورت میں
شائع کیا، ہم اس مضمون کی اہمیت وافادیت کے پیش
نظر اسے ہندوستان میں پہلی مرتبہ .... اپنے علم
کے مطابق .... رسالہ کی شکل میں شائع کر رہے
ہیں، باری تعالیٰ اسے امت کے لیے نافع بنائیں۔

محمد ناصر خان

نماز میں سر ڈھانپنے کا مسئلہ

ننگے سر نماز ہو جانے کے بارے میں دو آراء ہو ہی نہیں سکتیں۔ مگر یہ کہنا کہ سر ڈھانپنے پر پسندیدہ ہونے کا حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ اس سے راقم الحروف کو اختلاف ہے۔

احادیث کے تتبع (تلاش) سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ سر پر یا تو عمامہ باندھے رہتے یا سر پر ٹوپیاں ہوتی تھیں۔ راقم الحروف کے علم کی حد تک سوائے حج وعمرہ کے کوئی ایسی صحیح حدیث دیکھنے میں نہیں آئی جس میں یہ ہوا کہ آنحضرت ﷺ ننگے سر گھومتے پھرتے تھے یا کبھی سر مبارک عمامہ وغیرہ کے تھا۔ لیکن مسجد میں آ کر عمامہ اتار کر رکھ لیا اور ننگے سر نماز پڑھنی شروع کی، کسی محترم دوست کی نظر میں ایسی کوئی حدیث ہو تو ضرورت مستفید کیا جائے۔

ذیل میں چند احادیث لکھتا ہوں، ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) حضرت عمرو بن امیہ الضمریؓ بیان کرتے ہیں

رَأَيْتُ النَّبِیﷺ مَسَحَ عَلٰی عِمَامَتِهٖ وَ خُفَّيْهِ

ترجمہ: میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ اپنے عمامہ اور موزوں پر مسح کرتے تھے۔ (صحیح البخاری مع فتح الباری ج:۱ص:۳۰۸)

اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ نبی ﷺ نے ضرور اسی عمامہ سے نماز پڑھی ہوگی کیوں کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ عمامہ پر مسح تو کیا اور جس پر مسح کیا ہوا سے اتار کر نماز پڑھی ہو۔

یہ حدیث سفر و حضر دونوں میں شامل ہے۔

(۲) حضرت مغیرہ بن شعبہؓ غزوۂ تبوک کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نمازِ فجر سے پہلے قضا حاجت کے لیے نکلے، قضا حاجت کی پھر لوٹے۔ (پھر حضرت مغیرہ بن شعبہؓ) نے پانی ڈالا اور آپ ﷺ نے وضو کیا اس میں وہ الفاظ ہیں۔

ثُمَّ مَسَحَ بِنَاصِيَتِهٖ وَعَلَى الْعِمَامَةِ الخ

ترجمہ: پھر اپنی پیشانی مبارک پر عمامہ پر مسح کیا (صحیح مسلم ج:۱ص:۱۶۱)

(۳) حضرت عمرو بن حریثؓ فرماتے ہیں۔

كانى انظر الى رسول الله ﷺ و عليه عمامة سوداء ارخى بين كتفيه

ترجمہ: گویا میں آنحضرت ﷺ کو دیکھ رہا ہوں، ان کے سر پر کالی پگڑی تھی جس کا ایک ٹکڑا پیچھے دونوں کاندھوں کے درمیان چھوڑ دیا تھا۔

(صحیح مسلم ج:۱ ص:۴۳۷)

(۴) حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں،

دَخَلَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ بِغَيْرِ اِحْرَام

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے دن بغیر احرام کے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور آپ ﷺ (کے سر مبارک) پر کالی پگڑی تھی۔ (صحیح مسلم)

بعض علمائے نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح بخاری کی ہے اس

حدیث سے معارض ہے جو حضرت انس بن مالک ؓ سے مروی ہے اور جس میں یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے سر مبارک پر مغفر (خود) تھا۔

لیکن حافظ ابن حجرؒ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اس میں یہ احتمال ہے کہ پہلے پہل جب نبی ﷺ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو سر مبارک پر خود تھا پھر اس کو اتار لیا (جیسا کہ حضرت انس بن مالک ؓ کی حدیث میں ہے) اس کے بعد عمامہ پہن لیا۔ اس طرح ہر کسی نے جو دیکھا وہ بیان کر دیا۔ اس کی تائید درج ذیل حدیث سے بھی ہوتی ہے جو حضرت عمر بن حریث ؓ سے مروی ہے: انه خطب الناس وعليه عمامة سوداء

ترجمہ: آں حضرت ﷺ نے لوگوں کو خطبہ دیا اس حال میں کہ آپ کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا۔

یہ خطبہ کعبہ کے دروازے کے نزدیک دیا گیا تھا۔ یہ دخول کے تمام ہونے کے بعد ہوا۔ بعض علماء نے ان دونوں روایتوں کو اس طرح بھی جمع کیا کہ یہ کالا عمامہ خود کے اوپر یا نیچے بندھا ہوا تھا تا کہ نبی ﷺ خود کے لوہے سے اپنے سر مبارک کو محفوظ رکھیں۔ (فتح الباری ج:ا ص:۶۱-۶۲)

(۵) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے:

كان رسول الله ﷺ اذا اعتم سدل عمامة بين كتفيه

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ جب بھی عمامہ باندھتے تو پیچھے دونوں کاندھوں کے درمیان اس کا ٹکڑا چھوڑ دیتے۔ (امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔" مشکوۃ ج:ا ص:۳۷۵)

(۶) حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ فرماتے ہیں:

عممنی رسول اللهﷺ فسدلها بین یدی و من خلفی

ترجمہ: رسول اللہﷺ نے مجھے پگڑی باندھی اور میرے سامنے اور پیچھے اس کا تھوڑا سا ٹکڑا چھوڑ دیا۔ (مشکوٰۃ بحوالہ ابی داؤد ج:۲ ص:۴۷۵)

(۷) حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت ہے:

سمعت النبیﷺ یقول الشهداء اربعة رجل مومن جید الایمان اتی العدو فصدق الله حتی قتل فذلک الذی یرفع الناس اعینهم الیه یوم القیامة هٰکذا ورفع راسهٗ حتیٰ وقعت قلنسوة فلا ادری قلنسوة عمر ارادام قلنسة النبیﷺ

ترجمہ: میں نے رسول اللہﷺ سے سنا، آپ فرمارہے تھے کہ شہداء چار ہیں، ان میں سے ایک وہ آدمی ہے جو عمدہ ایمان والا ہے۔ وہ دشمن کی طرف آیا تو اس نے اللہ سبحان وتعالیٰ (کے اجر وثواب) کی تصدی کی (لڑتا رہا) حتیٰ کہ وہ قتل ہوگیا تو یہ وہ شخص ہے جس کی طرف قیام کے دن لوگ آنکھیں اٹھائیں گے، اس طرح وہ اپنا سر اٹھایا، یہاں تک کہ ٹوپی گر گئی۔ (راوی کہتا ہے) مجھے معلوم نہیں کہ عمرؓ نے اس ٹوپی کے گرنے سے مراد اپنی ٹوپی لی ہے یا نبیﷺ کی ٹوپی۔ (جامع ترمذی)

امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو حسن درجے کی کہا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ یا نبیﷺ اس وقت ٹوپی پہنے ہوئے تھے۔

(۸) ابوالشیخ نے حضرت عائشہؓ سے روایت ذکر کی ہے:

"انه ﷺ یلبس فی السفر ذوات الآذان وفی الحضر المضر

یعنی الشامیة "قال العراقی وھوا جود الاسناد فی القلا.

ترجمہ: آنحضرت ﷺ سفر میں کانوں والی ٹوپی پہنتے تھے اور حضر میں مضمر یعنی شامی ٹوپی پہنتے تھے، عراقیؒ کہتے ہیں کہ ٹوپیوں کے بارے میں یہ حدیث بہت عمدہ اسناد والی ہے۔

(۹) مصنف ابی شیبہ اور مصنف عبد الرزاق میں اس کے مانند حضرات امام حسن بصریؒ سے روایت ہے۔

ان اصحاب النبی ﷺ کانو یسجدون و ایدیھم فی قلنسوته وعمامته

ترجمہ: نبی ﷺ کے صحابہؓ نماز میں سجدہ کرتے تھے کہ ان کے ہاتھ کپڑوں میں ہوتے اور ان می سے کوئی اپنی ٹوپی اور پگڑی پر سجدہ کرتا۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری)

اس اثر سے معلوم ہوا کہ صحابہؓ نماز میں ٹوپیاں یا پگڑی باندھے ہوتے تھے۔

(۱۰) امام بخاری علیہ الرحمہ اپنی صحیح کے کتاب اللباس میں باب البرانس کے تحت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنھما کی یہ حدیث لائے ہیں:

ان رجلا یا رسول اللہ مایلبس المحرم من الثیاب ؟ قال رسول للہ ﷺ لا تلبسو االقمص ولا العمائم ولا السراویلات البرانس ولا الخفاف"

ترجمہ: ایک آدمی نے پوچھا! اے اللہ کے رسول! محرم کون سے کپڑے پہن سکتا

ہے؟ آپ ﷺ نے جواب، میں فرمایا: نہ قمیص پہنے، نہ پگڑیاں باندھے، نہ شلوار پہنے، نہ برانس پہنے اور نہ ہی موزے پہنے۔ (فتح الباری ج ۱ص:۲۷۱،۲۷۲)
(برانس، برنس کی جمع ہے۔ یہ ایک قسم کی ٹوپی ہے۔)

امام بخاریؒ نے اس کے بعد ج:۱ص:۲۷۳ پر باب ''العمائم'' منعقد فرما کر اس کے تحت بھی یہی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما والی لائے ہیں۔

اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کے عہد مبارک میں لوگ ٹوپیاں اور پگڑیاں اکثر و بیشتر پہنے رہتے تھے۔ ورنہ اگر صحابہؓ کا اکثر و بیشتر چلتے پھرتے یا نماز ادا کرتے ہوئے ننگے سر رہنا ہی معمول ہوتا تو خاص طور پر ان چیزوں کی ممانعت (احرام کے حالت میں) بیان نہ کی جاتی جیسا کہ عورتیں اجانب (غیروں) کے سامنے نقاب اوڑھے ہی رہتی ہیں۔ حالانکہ احرام کی حالت میں ان کے لیے حکم ہے کہ وہ منہ پر نقاب نہ ڈالیں یہ کہ کوئی اجنبی سامنے آ گیا تو چادر کا پلو منہ پر ڈال لیا۔ امام بخاریؒ اور دیگر محدثین جنھوں نے کتاب اللباس کے تحت ان احادیث کو ذکر کیا ہے تو اس سے ان کا مقصد ان باتوں میں اقتداء و اتباع تھا، ورنہ ان باتوں کے ذکر سے کیا فائدہ۔

اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کا فرمان ہے: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

ترجمہ: تمہارے لے اللہ سبحانٗ تعالیٰ کے رسول ﷺ (کی ذات مقدسہ) میں بہترین نمونہ ہے۔

یہ ارشاد عبادات وغیرہا سب کو شامل ہے۔ ہو سکتا ہے ہمارے محترم دوست مولانا نعیم الحق صاحب طعام وشراب اور لباس کے متعلق یہ رائے رکھتے ہوں کہ ان میں سے جن اشیاء یا امور کے متعلق کوئی امر یا رغبت دلانے والا صیغہ وارد نہیں ہوا وہ مندوب ومستحب نہیں۔

لیکن راقم الحروف ان سے اتفاق نہیں کر سکتا۔ اس لیے اگر یہ آنحضرت ﷺ کا پسندیدہ معمول نہ ہوتا تو جس طرح سر پر عمامہ یا ٹوپی کا ثبوت مل رہا ہے، اس طرح ننگے سر چلتے پھرتے رہنے یا ننگے سر نماز پڑھنے کے متعلق بھی روایات ضرور مل جاتیں۔ لیکن اس قسم کی ایک روایت بھی میرے علم میں نہیں آئی۔ جب سر ڈھانپے رکھنا آنحضرت ﷺ کا پسندیدہ معمول ہوا تو یہ عمل اللہ تعالیٰ کو بھی پسند ہوگا۔ لہٰذا استحباب یا اندبیت کا انکار مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ صحابہ کرامؓ کا حال تو یہ تھا کہ لباس وطعام میں جو چیز نبی ﷺ کو پسند ہوتی تو وہی چیز خود اپنے لیے بھی پسند کرتے تھے۔

صحیح بخاری کے کتاب اللباس میں "باب النعال السبتیه وغیرها" کے تحت امام بخاریؒ عبید بن جبیرؓ سے روایت لاتے ہیں۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کہا کہ چار باتیں ایسی ہیں کہ تم ہی کو کرتے دیکھتا ہوں۔ تمہارے دوسرے اصحاب ان پر عمل نہیں کرتے، ان میں ایک چیز یہ ذکر کی کہ آپ " سبتیه نعال" (بغیر بالوں کے جوتا) ہی پہنتے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا:

"اما النعال السبتية فانی رایت رسول ﷺ یلبس النعال اللتی لیس فیها شعر ویتو ضاء فانا احب انی البسها"

ترجمہ: ''سبتیہ نعال''یعنی بغیر بالوں کے جوتے تو تمہارے سوال کا جواب یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ وہ جوتے وہی پہنتے تھے جن میں بال نہ ہوتے اوران ہی میں وضو بھی کرتے تھے۔لہٰذا میں بھی پسند کرتا ہوں کہ ایسے ہی جوتے پہنا کروں۔(فتح الباری ج:اص:۳۰۸)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا سنت کے اتباع میں جو مقام ہے وہ کسی اہل علم سے مخفی نہیں۔

اسی طرح بخاریؒ اپنی صحیح کے " کتاب الاطعمه"میں"باب الدباء" کے تحت حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث لائے ہیں۔

''ان رسول الله ﷺ اتى مولاله خياط فاتى بدباء فجعل ياكله فلم ازل احبهٗ منذ رايت رسول الله ﷺ ياكلهٗ''

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ایک درزی غلام کے پاس تشریف لائے۔پھر وہ آپ کے لیے کدو لے آیا، پھر آپ اس کو کھانے لگے۔حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب میں نے اللہ سبحانہٗ تعالٰی کے رسول ﷺ کو کدو کھاتے دیکھا تب سے میں اسے پسند کرتا ہوں۔

کیا صحابہ کرامؓ کا نبی ﷺ کی مرغوب اشیاء کو پسند کرنا باعث اجر ثواب نہ تھا؟ اگر تھا تو یہی ندوب استحباب کی علامت ہے۔اس لیے سر ڈھانپ کر چلنے پھرنے یا نماز وغیرہ پڑھنے کو پسندیدہ قرار نہ دینا صحیح معلوم نہیں ہوتا۔اسی طرح ہم نے بڑے بڑے علماء وفضلاء کو دیکھا کہ وہ اکثر و بیشتر سر ڈھانپ کر چلتے پھرتے اور

نماز پڑھتے ہیں۔ یہ آج کل نئی نسل نے خصوصاً اہل حدیث جماعت کے افراد نے ننگے سر نماز پڑھنے کا جو معمول بنا رکھا ہے، اسے چلتے ہوئے فیشن کا اتباع تو کہا جا سکتا ہے مسنون نہیں، یا کسی چیز کے جائز ہونے کا یہ مطلب تو ہرگز نہیں ہے کہ مندوبات و مستحبات کو بالکل ترک کر دیا جائے۔

جواز کے اظہار کے لیے کبھی کبھار اتفاقاً ننگے سر رہنے پر عمل بھی کیا جا سکتا ہے، لیکن آج کل کے معمول سے تو یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ کتب احادیث میں جو مندوبات و مستحبات، سنن و نوافل کے ابواب موجود ہیں۔ یہ سراسر فضول ہیں اور ہمیں صرف جواز اور رخصت پر ہی عمل کرنا ہے۔ یہ کوئی اچھی بات نہیں۔ ہمارے محترم دوست مولانا نعیم الحق نے جو یہ تحریر فرمایا کہ ہمارے بعض پر جوش اہل حدیث حضرات کی طرف سے بعض متشدد حنفیوں کی باتوں کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھنے کے جواز کا اس طرح جواب دیا جا رہا ہے۔

یہ بات افہام و تفہیم سے بھی ہو سکتی ہے، انہیں معقول دلائل پیش کیے جائیں اور اگر وہ پھر بھی اسی پر جمے رہیں اور حق کی طرف نہ آئیں تو ہمیں کیا ضرورت پڑی ہے کہ ان کے لیے ہم مستحبات ہی کا خاتمہ کر دیں اور ننگے سر نماز پڑھنے کو دائمی معمول بنا لیں۔ پھر اگر یہی مقصود ہے تو گھر سے ہی ننگے سر آئیں اور نماز پڑھ لیں۔ لیکن عجیب طرفہ تماشہ ہے کہ گھر سے تو سر پر ٹوپی وغیرہ رکھ کر آتے ہیں لیکن مسجد میں داخل ہو کر سر سے ٹوپی وغیرہ اتار کر ایک طرف رکھ دیتے ہیں اور نماز شروع کر دیتے ہیں۔ اس سے مولانا نعیم الحق کی تحریر کے مطابق ننگے سر نماز پڑھنے کا جواز تو ضرور

معلوم ہو جاتا ہے لیکن اس سے جو بڑی غلط فہمی عوام میں پھیل جاتی ہے اور واقعی پھیل رہی ہے تو اس کی جانب بھی توجہ مبذول کرنا اشد ضروری ہے۔ اب عوام میں یہ غلط فہمی پھیلی جا رہی ہے کہ گھر سے ٹوپی وغیرہ رکھ کر آنا چاہیے لیکن مسجد میں آ کر اس کو اتار دینا چاہیے اور ننگے سر نماز پڑھنی چاہیے۔ کیونکہ یہی سنت رسول ﷺ اور اہل حدیث جماعت کے بہت سے افراد کا اس پر عمل ہے۔

اب آپ ہی سوچیں کہ یہ کتنی بڑی غلطی ہے اور یہ محض ہم اہل حدیثوں کے طرزِ عمل سے ہی پیدا ہو رہی ہے۔ حالانکہ صحیح تو کجا مجھے ایسی ضعیف حدیث بھی نہیں ملی جس میں یہ ہو کہ نبی ﷺ گھر سے تو اس حال میں نکلے کے سر پر عمامہ وغیرہ تھا لیکن مسجد میں آتے ہی اس کو اتار لیا اور ننگے سر نماز پڑھی۔ پھر اس طرح اس کو دائمی و مستمرہ معمولات میں بنانے کی وجہ سے لوگوں کو کیا یہ خیال نہ گزرتا ہوگا کہ نبی ﷺ کی سنت ہے؟ اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لیے بھی کیا یہ اہم و پسندیدہ بات نہیں کہ اکثر و بیشتر سر کو ڈھانپے رکھا جائے خواہ نماز میں خواہ اس سے باہر تا کہ یہ غلطی رفع ہو جائے۔ ننگے سر نماز پڑھنے والے اس کی دلیل کے طور پر ایک روایت ذکر کرتے ہیں جسے ابو الشیخ الاصبہانی نے اپنی کتاب ''اخلاق النبی ﷺ'' کے صفحہ ۱۱۵ پر ذکر کیا ہے جو سنداً تو بالکل ضعیف ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ کوئی صاحب اس روایت کو لے کر میرا معارضہ یا تعاقب شروع کر دیں۔ اس لیے حفظِ ماتقدم کے طور پر یہ روایت مع سند و متن اور اس کی سند پر کلام کے ساتھ پیش کر رہا ہوں تا کہ کوئی صاحب اس کو لے کر میدان میں نہ آ جائیں، روایت یہ ہے

حدثنا محمد بن عمران بن جنید، ناا حمد بن عیسیٰ المقانعی و سلیمان ابن دائود السلال ، نابشر بن یحییٰ المروزی، نامسلم بن سالم عن العزرمی عن عطاء عن ابن عباس قال کان لرسول الله ﷺ ثلاث قلانس قلنسوة بیضاء مضریة و قلنسوة آذان یلبسها فی السفر وربماوضعها بین یدیه ازا صلی

اس روایت میں ابوالشیخ الاصبہانی کے استاداور اس کے دوشیوخ احمد بن عیسیٰ المقانعی اور سلیمان بن داؤد السلال کے حالات ہمارے پاس موجود مصادر و مراجع میں سے کسی میں بھی نہیں ہیں، آگے چوتھے نمبر پر بشر بن یحییٰ المروزی آتے ہیں، ان کا تذکرہ بھی سوائے الجرح و التعدیل لابن ابن حاتم کے اور کسی کتاب میں نہیں ہے اور الجرح و التعدیل میں بھی صرف یہ ہے کہ کان صاحب الرائے یہ الفاظ توثیق وتعدیل کے نہیں ہیں۔لہٰذا یہ بھی مجہول الحال ہی ہوا، پھر مسلم بن سالم کا نمبر آتا ہے، یہ بلخی ہیں، متروک اور وضّاع ہیں۔ جملہ ائمہ محدثین ان کی تضعیف پر متفق ہیں۔ پھر العزرمی ہیں اور غالب ظن یقین کے قریب ہے کہ یہ محمد بن عبیداللہ ابن ابی سلیمان العزرمی ہیں اور یہ بھی متروک ہیں۔اس کے بعد عطاء ہیں یہ ابن ابی رباح ہیں اور یہ ثقہ ہیں۔(تفصیل کے لیے دیکھیں "تقریب التھذیب" "المیزان واللسان")

اب ایسی روایت سے جس کی اسناد" ظلمٰت بعضها فوق بعض" کا مصداق ہواس سے استناد کوئی جاہل کرے تو کرسکتا ہے لیکن جس کو اللہ تعالیٰ نے

حدیث کے علم سے نوازا ہے وہ اس سے استدلال کی جرأت نہیں کرسکتا۔

بعض حضرات اس حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں جس میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے ایک کپڑے میں نماز پڑھی اور اس میں ٹوپی وغیرہ بھی داخل ہے یعنی بغیر سر ڈھانپے نماز پڑھی۔

اولاً: یہ اس وقت کی بات ہے جب کپڑوں کی تنگی تھی اور اتنی فراوانی نہ ہوئی تھی جیسا کہ حضرت جابرؓ پر ایک کپڑے میں نماز پڑھنے پر اعتراض کیا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ مبارک میں ہم میں سے ہر ایک کے پاس دو تین کپڑے نہ تھے۔ اسی طرح صحیح حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ سے کسی نے دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم میں سے ہر ایک کے پاس دو کپڑے ہیں۔

اس سے جو بات نکھر کر سامنے آتی ہے وہ اہل علم سے مخفی نہیں۔

ثانیا: میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے جواب کے ثبوت سے اس کا نزالہ صرف ٹوپی وغیرہ پر ہی کیوں گرانے پر مصر ہیں اگر ننگے سر نماز پڑھنے کے مسنون ہونے کا مدار آپ حضرات ایک کپڑے میں نماز پڑھنے والی حدیث پر ہی رکھتے ہیں تو بسم اللہ آپ گھر سے ہی ایک کپڑے کے سوا سب اتار کر پھر مسجد آیا کریں اور اس طرح نماز بھی پڑھ لیں۔ یہ اچھی ستم ظریفی ہے کہ گھر سے تو قمیص، شلوار، کوٹ وغیرہ پہن کر آتے ہیں اور مسجد میں داخل ہونے کے بعد صرف پگڑی یا ٹوپی اتار کر نماز پڑھنی شروع کردی۔

کیا آپ حضرات کے نزدیک اس کا معنی ومطلب یہ ہے کہ اور سب کپڑے

پہلے ہونے چاہیں، صرف ٹوپی وغیرہ کو اتار دیا جائے لیکن یہ مطلب سراسر غلط ہے۔

شاید کچھ لوگ کہنے لگیں کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا حکم ہے کہ مسجد میں زینت پکڑو یعنی لباس پہنو اور آج جب کپڑوں کی فراوانی ہے تو ہم یہ سارا لباس زیب تن کرتے ہیں لیکن سر کو ننگا رکھتے ہیں۔ لوگوں کی خدمت میں باادب عرض ہے کہ اگر دوسرے کپڑے زینت میں داخل ہیں تو ٹوپی وغیرہ کو آپ کس دلیل سے اس زمرہ سے نکال باہر کر رہے ہیں۔ اوپر صفحات میں ہم ثابت کر آئے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کا معمول سر کو ڈھانپنا تھا، لہٰذا میں ٹوپی وغیرہ سے سر ڈھانپنے کے زینت ہونے پر اور کیا مضبوط ثبوت پیش کر سکتا ہوں۔ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کے رسول ﷺ کا پسندیدہ معمول اعلیٰ درجہ کی زینت بھی ہے اور اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ بھی!

بہرحال ان وجوہات کی بنا پر مجھے تو نماز کی حالت میں اور عام حالت میں سر ڈھانپنا ہر حال میں بہتر واولیٰ اور مستحب ومندوب نظر آتا ہے۔ اگر کسی اہل علم نے اس پر تعاقب فرمایا کہ میری اس کاوش کو غیر صحیح ثابت کر دیا اور بات سمجھ میں آ گئی تو ان شاء اللہ تعالیٰ رجوع بھی کر لوں گا۔

وما علینا الا البلاغ

